سوال

(44) حکم البسملة

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نماز میں بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ جہراً پڑھنا سنت ہے یا سراً۔ بعض شیوخ کا مؤقف ہے کہ جہراً پڑھنا ضروری ہے آیا یہ ان کا مؤقف درست ہے مہربانی فرما کر فریقین کے دلائل سے واضح کریں کہ صحیح مسلک کیا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

نماز میں بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ سراً پڑھنا افضل ہے۔

دلائل درج ذیل ہیں: صحیحین کی احادیث متفقہ طور صحیح ہیں اس لیے ان کی احادیث کی سندیں نہیں لکھوں گا۔

(1): امام محدثین امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر رضی اللہ عنہم کانوا یفتتحون الصلوة بالحمد للہ رب العالمین))

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہم نماز میں قراءۃ ان الفاظ یعنی الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے اور یہ نص ہے اس بات پر آپ ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہم قراۃ کی ابتداء میں بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ جہراً نہیں پڑھا کرتے تھے بعض افاضل نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں اس حدیث صحیح وصریح کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورۃ فاتحہ ہے کیونکہ صحیح حدیث میں فاتحہ کا نام ''الحمد للہ رب العالمین'' بھی آیا ہے لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قراۃ سورۃ فاتحہ سے شروع فرماتے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان الفاظ سے شروع فرماتے۔

الجواب یہ صحیح ہے کہ سورۃ فاتحہ کا نام ''الحمد للہ رب العالمین'' صحیح حدیث میں وارد ہے لیکن یہاں اس حدیث میں اس سے سورۃ فاتحہ مراد لینا بہ چند وجوہ ممنوع ہے۔ یہ چند وجوہ میں نے اپنی کتاب ''تحصیل المعلاۃ'' میں تفصیل کے ساتھ درج کی ہیں جو عربی میں خاص اس مسئلہ پر راقم الحروف نے تالیف کیا ہے۔ اس جگہ طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک وجہ درج کرتا ہوں جو صحیح السند حدیث سے ثابت اور اس بات کے لیے فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے کہ اس جگہ مراد یہی ہے کہ قرات ان الفاظ (الحمد للہ رب العالمین) بلا جہر بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ) سے ہی فرماتے تھے۔

(۲) : امام ابویعلی الموصلی اپنی مسند میں فرماتے ہیں :

(حدثنا محمد (ھوابن المثنی) نا محمد بن جعفر نا شعبۃ عن قتادۃ عن انس صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمان لم یکونوا یستفتحون القراۃ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم قال شعبۃ فقلت لقتادۃ اسمعت من انس قال نعم ونحن سالناہ عنہ)) المسند ابی یعلی ج ۳ ص ۱٦۰ رقم الحدیث ۳۲۳۳.

اس حدیث کی سند اصح الاسانید میں سے ہے اور اس میں بعض صریح یہ بیان ہے کہ آپ ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم قراۃ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم سے شروع نہیں کرتے تھے۔ راوی وہی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں اور باقاعدہ الحدیث یفسر بعضہ بعضا مسند ابی یعلی کی یہ صحیح السند حدیث صحیح بخاری والی حدیث کی وضاحت کر دیتی ہے کہ وہاں بھی مراد قراۃ کی شروعات ان الفاظ (الحمد للہ رب العالمین) سے کیا کرتے تھے۔ بات تو بالکل واضح ہے۔ لیکن انصاف مطلوب ہے اور تعصب واعتساف سے اجتناب ضروری ہے۔ یہی روایت امام ابو یعلی اسی سند میں اپنے ایک دوسرے شیخ سے بھی لاتے ہیں۔

(۳) : ((حدثنا احمد (ھوابن ابراہیم الدورقی کما صرح بہ الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ فی النکت) نا ابوداود (ھوالطیالسی) قال أنبانا شعبۃ عن قتادۃ عن انس قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وخلف عمر وخلف عثمان فلم یکونوا یستفتحون القراۃ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم قال شعبۃ فقلت لقتادۃ اسمعتہ من انس قال نعم ونحن سالناہ عنہ)) المسند لابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۰٦ رقم الحدیث : ۲۹۹٦.

اور یہی حدیث امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند امام عبداللہ بھی مسند کے زیادات میں ابوداود طیالسی کے طریق سے لائے ہیں۔ اسی طرح امام اسماعیل بھی اس حدیث کو لائے ہیں (ابوداود طیالسی کے طریق سے اور اسی طرح ابو نعیم اصفہانی بھی اس حدیث کو اپنی مستخرج میں لائے ہیں ابوداود طیالسی کے طریق سے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے النکت میں ذکر کیا ہے۔

(٤) : امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں :

((باب حجۃ من قال لا یجہر بالبسملۃ حدثنا محمد بن المثنی وابن بشار کلاہما عن غندر ہو محمد بن جعفر قال ابن المثنی ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبہ قال سمعت قتادۃ یحدث عن انس قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منہم یقرا بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم))

آگے پھر فرماتے ہیں :

((حدثنا محمد بن المثنی قال ثنا ابوداود قال ثنا شعبۃ فی ہذا الاسناد وزاد فقلت لقتادۃ اسمعتہ من انس قال نعم ونحن سالناہ عنہ))

اس جگہ صحیح مسلم کی حدیث کی سند ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض فضلاء نے امام مسلم کی ایک حدیث میں ایک علت پیش فرمائی ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، اس لیے میں نے بمع سند یہ حدیث ذکر کی ہے اور اس کی سند میں وہ علت بالکل نہیں ہے اور سند صحیح ہے۔

اس حدیث سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور خلفاء ثلاثہ راشدین رضی اللہ عنہم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم جہرا نہیں پڑھا کرتے تھے، اس لیے حضرت انس خادم رسول اللہ ﷺ قراۃ کی ابتداء میں بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم سن نہ سکے۔ بعض افاضل عصریہ نے اس طرح گل افشانی کی ہے کہ عدم سماع سے عدم جہر لازم نہیں آتا ہو سکتا ہے کہ آدمی امام سے دور ہو اور اس کی آواز سن نہ سکے لہذا اس صحیح حدیث سے بسملہ کا عدم جہر ثابت نہیں ہوتا۔

لیکن یہ احتمال درست نہیں۔ اس کے درست ہونے کے وجوہ ایسی واضح ہیں کہ ہر منصف مزاج اہل علم تھوڑے سے غور و فکر سے ان کے بطلان کی وجوہ کو پا سکتا ہے۔

یہ درست اس لیے نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی جس نے آپ کی خدمت دس سال کی۔ سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے، یعنی یہ صحابی خادم رسول ﷺ اپنی طویل صحبت کے باوصف یہ بھی نہ سن سکا کہ آپ ﷺ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جہراپڑھتے تھے نہیں یا وہ ہمیشہ دانستہ بالکل دیر سے نماز کے لیے آتے اور بالکل آخری صفوں میں کھڑے ہوتے جس کی وجہ سے وہ بسم اللہ سن نہ سکے ار لطف یہ کہ الحمدللہ رب العالمین تو سن لیا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہ سن سکا فیا للعجب وضیعۃ الادب ''

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین ثلاثہ کے ساتھ بھی ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اور اس طویل مدت میں بھی وہ ان خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہیں سن سکا صرف الحمدللہ رب العالمین ہی سن سکا اس بات میں کہاں تک معقولیت ہے وہ آں محترم خود سوچیں ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی۔

بہر حال اس احتمال کا فساد و بطلان اظہر من الشمس ہے ہاں اگر کسی کو نظر نہ آئے تو اس کا کیا علاج ہے۔

(٥) : ((حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا شعبۃ عن قتادۃ عن انس قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر و عمر عثمان کانوا لایجہر و بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ))(المسند للامام احمد : ج٢ ص١٧٩)

اس حدیث کی سند کے رواۃ ''عن آخرہم حفاظ ثقات واثبات ''ہیں اور یہ سند بھی اصح الاسانید میں سے ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور خلفاء ثلاثہ ابو بکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نماز میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔

(٦) : ((اخبرنا ابوطاہر نا ابوبکر نا ابوسعید لاشج نا ابن ادریس سمعت سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجہر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ولا ابو بکر ولا عمر ولا عثمان رضی اللہ عنہم)) الصحیح لابن خزیمۃ مطبوعہ : ج١ ص٢٠٥.

اور یہ ہی حدیث امام نسائی بھی اپنی مجتبیٰ میں لائے ہیں اور سند میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ شعبہ کو بھی ملایا ہے جس سے قتادہ کی تدلیس کا شبہ رفع ہو جاتا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں۔

((صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منہم یجہر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ))

اس کے بعد چند اور احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں جن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ کی متابعت کرنے والے دوسرے ثقات رواۃ کا ذکر ہے۔

لیجئے جناب! یہاں ''لم اسمع '' کے ساتھ جہر کی نفی بھی آگئی۔ کیا اب بھی ''لم اسمع '' کے متعلق وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہنے پر اصرار کیا جائے گا؟ اس حدیث کے رواۃ بھی سب کے سب ثقہ و ثبت ہیں۔

(٧) : ((حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا الاحص ابن جواب ثنا عمار بن زریق عن الاعمش عن شعبۃ عن ثبت عن انس رضی اللہ عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر فلم یجہروا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ)) المسند للامام احمد : ج٢ ص٢٦٤. (٢) السنن الکبریٰ : ج٢ ص٥٢.

یہ حدیث امام ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں احوص بن جواب کے طریق سے ذکر کی ہے۔

(٨) : امام نسائی اپنی مجتبیٰ میں فرماتے ہیں :

((اخبرنا محمد بن علی بن الحسن بن شقیق قال سمعت ابی یقول اخبرنا ابو حمزۃ (ہو محمد بن میمون السکری المروزي) عن منصور بن زاذان عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یسمنا قراۃ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وصلی بنا ابو بکر و عمر فلم نسمعہا منہما))

یہ حدیث بھی صحیح الاسناد ہے اور اس کے سب رجال ثقات ہیں اور اس پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ترک الجہر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا باب منعقد فرمایا ہے۔

(٩) : ((اخبرنا ابوطاہر الفقیہ انبا ابوبکر محمد ابن الحسین القطان ثنا علی بن الحسن الہلالی ثنا عبداللہ بن الولید (ہو العدنی) عن سفیان عن خالد الحذاء عن ابی نعامۃ الحنفی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر و عمر لایقرون یعنی لایجہرون بِسۡمِ اللّٰہِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم))

آگے امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری سے حسین بن حفص نے بھی یہ روایت کی ہے اوراس میں یہ کہا ''لایجہرون ''اور''لایقرون ''نہیں کہا۔اس حدیث کی سند بھی حسن ہے باقی بعض علماء نے جواس حدیث کے متعلق اضطراب کی علت پیش کی ہے وہ قطعاً صحیح نہیں اس میں چونکہ تفصیل زیادہ ہے اس لیے اس جگہ اس کا ذکر کرنا مناسب نظر نہیں

آتا اگرکسی اہل علم کواس کے متعلق شرح صدر کے ساتھ تحقیق مطلوب ہوتووہ میری کتاب ''تحصیل المعلاۃ ''عربی کی طرف مراجعت فرمالے۔ان شاء اللہ العزیزان کے سب شکوک رفع ہوجائیں گے۔

(۱۰) :امام طبرانی اپنی معجم کبیر میں فرماتے ہیں :

(حدثنا عبداللہ بن وہیب الغزی ثنا محمد ابن السری ثنا معتمر بن سلیمان عن ابیہ عن الحسن عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم وصلی وابو بکر وعمر رضی اللہ عنہم))

علامہ ہیثمی مجمع الزوائد : ج ۲ ' ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں (رجالہ موثقون) اس روایت کے سب رجال موثق ہیں اوریہ سند حسن ہے۔اس حدیث میں بھی صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ اورابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سراپڑھا کرتے تھے۔

(۱۱) :امام بخاری رحمۃ علیہ فرماتے ہیں :

((وقال لی محمد بن المثنی ناعبدالوہاب (ہوابن عبدالمجید الثقفی) سمع ابانعامۃ (ہوقیس بن عبایۃ) عن قیس بن عباد عن عبداللہ (ہوابن المغفل ﷺ) مثلہ (ای بمثل حدیث عبداللہ بن المغفل المتقدم ولفظہ ''صلیت خلف رسول اللہ ﷺ وخلف ابی بکر وعمر فلم اسمع احدا منہم یقرا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم_ وقال البخاری ایضا وقال لی محمد ناعبداللہ عن قیس بن عبایۃ الزنانی سمع عبداللہ)) (یعنی ابن المغفل رضی اللہ عنہ) .تاریخ کبیر : ج ٤ ' ق ۲ ' ص ٤٤١ ' ٤٤٢ .

اس روایت کی سند بھی صحیح ہے اس حدیث سے معلوم ہواحضرت عبداللہ بن امغفل رضی اللہ عنہ

بھی آنحضرت ﷺ اورابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے عدم الجہر بسم اللہ نقل کررہا ہے۔

(۱۲) :حافظ ابن حجر اپنی کتاب ''النکت ''میں فرماتے ہیں کہ امام اسماعیلی ''مسند زید بن ابی انیسۃ ''میں اس تک (یعنی زید بن ابی انیسہ تک) صحیح سند سے روایت بیان کرتے ہیں اوروہ کہتے ہیں کہ :

(عن عمرو بن مرۃ عن نافع بن جبیر ابن مطعم عن ابیہ قال صلینا مع رسول اللہ ﷺ صلوۃ یجہر فیہا بالقراۃ فلما صف الناس کبر رسول اللہ ﷺ ثم قال اللہم اِنی اعوذبک من الشیطان الرجیم من ہمزۃ ونفخہ ونفثہ ثم قرا بفاتحۃ الکتاب ولم یجہر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم))

اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے اوراس میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم جہرا نہیں پڑھی۔

(۱۳) :حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ صحیح مسلم ،موطا مالک ،امام بخاری جزء القراۃ ،ابوداود ،نسائی ،امام احمد مسند میں ،امام ابن خزیمہ اپنی صحیح میں ابو عوانہ وغیر ہم نے روایت کی ہے۔اس جگہ ہم یہ روایت امام نسائی کی مجتبی سے نقل کررہے ہیں۔اس پر امام نسائی اس طرح باب باندھتے ہیں :

((ترک قراۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم فی فاتحۃ الکتاب ''اخبرنا قتیبۃ عن مالک عن العلاء ابن عبدالرحمن انہ سمع اباالسائب مولی ہشام بن زہرۃ یقول سمعت اباہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ ﷺ من صلی صلوۃ لم یقرا فیہا بام القرآن فہی خداج ہی خداج ہی خداج غیر تمام فقلت یااباہریرۃ اِنی اَحیانا اکون وراء الاِمام فغمز ذراعی فقال اقرابہا یافارسی فی نفسک فاِنی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول یقول اللہ عزوجل قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین فنصفہالی ونصفہا لعبدی ولعبدی ماسال قال رسول اللہ ﷺ اقروایقول العبد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یقول اللہ عزوجل حمدنی عبدی یقول العبد الرحمن الرحیم یقول اللہ عزوجل اثنی علی عبدی یقول عبدی مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یقول اللہ عزوجل مجدنی عبدی یقول العبد اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ فہذہ الایۃ بینی وبین عبدی ولعبدی ماسال یقول العبد اِہْدِنَا الصِّرٰطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرٰطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فہولاء لعبدی ولعبدی ماسال))

پس یہ حدیث صحیح اس بات میں صریح ہے کہ بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ سورۃ فاتحہ کی آیت نہیں ہے ورنہ آپ ﷺ سورۃ فاتحہ کی تقسیم میں اولاضرور بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ کوذکرکرتے اوراس پر اتفاق ہے کہ فاتحہ کی سات آیات ہیں اور آپ ﷺ نے ''إِيّاكَ نَعبُدُ وَإِيّاكَ نَستَعينُ ''کو آیت قرار دیا جیساکہ متن حدیث میں مذکور ہے اوراخیر میں فرمایا ''فهولاء '' جواسم اشارہ جمع کا صیغہ ہے اوراسے قطعاویقینا آیات ہی مراد ہیں یعنی '' اهدِنَا الصِّرٰطَ المُستَقيمَ '' سے لے کراخیر تک تین آیتیں ہیں ایک '' اهدِنَا الصِّرٰطَ المُستَقيمَ '' دوسری ''صِرٰطَ الَّذينَ أَنعَمتَ عَلَيهِم '' اورتیسری ''غَيرِ المَغضوبِ عَلَيهِم وَلَا الضّالّينَ '' اور میرے پاس لائبریری میں چند قرآن کریم کے نسخے ہیں مخطوط بھی مطبوع بھی جن میں ''صِرٰطَ الَّذينَ أَنعَمتَ عَلَيهِم '' پرآیت کا نشان لگا ہوا ہے اگر '' اهدِنَا الصِّرٰطَ المُستَقيمَ '' سے لے کرآخرتک دوآیتیں ہوتیں جیساکہ جہر البسملہ کے قائلین کا خیال ہے توآپ ﷺ ''فهولاء '' نہ فرماتے بلکہ ہاتان یااس کے مثل کوئی لفظ فرماتے یعنی جمع کا صیغہ ہرگز استعمال نہ کرتے اورپھران حضرات کے موقف پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح تواللہ اوربندے کے درمیان آیات نصفا نصفا نہیں بنتیں حالانکہ حدیث کا متن اس پر گواہ عدل ہے کہ یہ تنصیف آیات کے لحاظ سے ہے۔

لہذاان حضرات کے مؤقف کے لحاظ سے اللہ تعالی کےلیے توتین آیتیں ہوئیں

١ الحَمدُ لِلَّهِ رَبِّ العٰلَمينَ ٢ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ ٣ مٰلِكِ يَومِ الدّينِ بلکہ ان حضرات کے مسلک کے مطابق بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ کوملاکر چار آیتیں بنتی ہیں اورایک آیت إِيّاكَ نَعبُدُ وَإِيّاكَ نَستَعينُ مشترک ہوئی اور بندہ کےلیے صرف دوآیتیں رہ گئیں۔ تو یہ نصف کیسے ہوا پھر اس کے ساتھ یہ سوال بھی بجاطور پر سامنے آتا ہے کہ جب بسم اللہ فاتحہ کی آیت ہی تھی توآپ ﷺ نے اس کو آخر چھوڑا کیوں ؟ کیااس سے آپ کی ذات پر الزام نہیں آتا ؟

پھر جب خود اللہ کے رسول علیہ السلام بھی بسملہ کو فاتحہ کی آیت شمار نہیں کیا توآپ کون ہوتے ہیں اس میں اس کا اضافہ کرنے والے ؟

شاید کوئی علم حدیث سے ناواقف یہ کہے کہ سنن کبری دارقطنی وغیرہ میں اس حدیث میں بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ کا ذکر ہے تواس کے بارہ میں یہ گزارش ہے کہ اس کی سند میں ابن سمعان متروک ومتہم راوی ہے لہذا یہ روایت قطعامقبول نہیں خود امام ددارقطنی وغیرہ نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ یہ زیادتیہ بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِکی ابن سمعان کی کارستانی ہے اوروہ متروک ومتہم ہے اس کے سوائے اورسب روایات صحیحہ میں اس زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

بہر حال جب صحیح حدیث کے بموجب بسملہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے توفاتحہ کو جہراپڑھتے ہوئے بسملہ کا جہراپڑھنا بھی ضروری نہیں رہا یہ بسملہ استعاذہ وغیرہ کی طرح ہے جو سراپڑھے جاتے ہیں کیونکہ یہ فاتحہ کی آیات نہیں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ قرآن کریم کی آیت مستقلہ ضروراوریقینی وحتمی ہے لیکن کسی سورت کی بھی جز نہیں ہے یہ اللہ تعالی کی جانب سے دوسورتوں میں فصل کےلیے اورسورت کی ابتدامیں تیمن وتبرک کےلیے نازل ہوئی تھی۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ ایک سورۃ جس میں تیس ۳۰ آیتیں ہیں یعنی سورت الملک ''پارہ۲۹اس نے ایک آدمی کےلیے سفارش کی اوروہ بخش دیا گیا اوروہ عذاب قبر سے روکنے والی ہے۔ اوریہ ظاہر ہے کہ اگر بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ ہرسورت جز ہے توسورت ملک کی آیتیں اکتیس ۳۱ بنتی ہیں۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے تیس آیتیں کیسے قراردیں۔

باقی رہاسورت توبہ میں اس کا نہ لکھا جانا وہ اللہ تعالی کے حکم سے ہی ایسا ہوا ہے اس کی حکمتیں علماء نے بیان کی ہیں لیکن اس تفصیل کی یہاں جگہ گنجائش نہیں شائقین کو میری کتاب ''تحصيل المعلاة ''کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس صحیح حدیث پر جوکہ صحیح مسلم کی بھی ہے۔

بعض علماء نے کچھ اعتراضات کیئے ہیں یااس میں کوئی علت نکالی ہے لیکن کوئی بھی ان میں سے علت قادحہ پیش نہیں کرسکا تفصیل ''تحصيل المعلاة ''میں ملے گی۔ بڑے سے بڑے ناقدین فن جیسے امام ابوزرعہ رازی وغیرہ نے بھی اس کی تصیح فرمائی ہے۔ (کماذکرہ الترمذي في علل الكبير) اس حدیث سے بھی وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ بسملہ جہرانہیں پڑھنی چاہیئے۔

(١٤) : حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث امام احمد رحمۃ اللہ علیہ المسند میں فرماتے ہیں :

((حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا وكيع نافع ابن عمر وابوعامر ثنا نافع عن ابی مليكة عن بعض ازواج النبی ﷺ قال ابوعامر قال نافع اراها حفصة انها سئلت عن قراة رسول الله ﷺ فقالت انكم لاتد تطيعونها قال فقيل لها اخبرينا بها قال فقرات قراة ترسلت فيها قال ابوعامر قال نافع فحكى لنا ابن ابی

ملیکة ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ ثم قطع ﴿ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ﴾ ثم قطع ﴿مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ﴾))المسند: ج٦ ص٢٨٨.

اس حدیث کے رجال بھی سب کے سب ثقات ہیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''النکت'' میں فرماتے ہیں کہ یہ اسناد صحیح ہے اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ جہرا نہیں پڑھا کرتے۔ اگر کہا جائے کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جو امام احمد وغیرہ نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

(إنہا (اي ام سلمة رضی اللہ عنہا) سئلت عن قراۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: کان یقطع قرانہ آیة آیة بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ' ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ' ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ))

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ابن جریج) جو تیسرے مرتبہ کا مدلس ہے (کمافی طبقات المدلس لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن جریج کی تدلیس شر التدلیس ہے۔ ایسے رواۃ کی جب تک سماع یا تحدیث کی تصریح نہ کریں ان کی روایت مقبول نہیں ہوتی۔ یہ روایت ایک یا دو کتابوں میں نہیں بلکہ حدیث کی بہت سی کتب میں موجود لیکن ایک جگہ پر بھی ابن جریج نے سماع کی تصریح نہیں کی لہذا یہ سند ضعیف ہوئی اور جب سند ضعیف ہوئی تو حدیث بھی ضعیف ہوگئی لہذا مسترد ہو نا مقبول ہوئی۔

پھر لطف کی بات یہ ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ رعنہا کی اسی حدیث کو امام حاکم مستدرک میں ایک دوسرے طریق سے ابن جریج سے روایت کرتے ہیں لیکن اس میں بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ذکر نہیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

((حدثنا ابو الولید الفقیہ وابو بکر بن قریش وابو عمرو بن عبدوس المقري قالو ثنا الحسن ابن سفیان ثنا علی بن حجر بن ایاس السعدي ثنا یحیی بن سعید القرشی عن ابن جریج عن عبداللہ بن ملیکة عن ام سلمة رضی اللہ عنہا کان یقطع قراتہ آیت آیت ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ثم یقف ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ثم یقف وکانت ام سلمة تقراہا مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ))

دیکھئے اس حدیث میں بھی ابن جریج کی تدلیس کے سوائے اور کوئی علت نہیں لیکن اس میں بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ کا ذکر نہیں۔ اب اگر انصاف مطلوب ہے تو اس روایت کو ترجیح ہونی چاہئے گو اس میں بھی تدلیس ابن جریج ہے لیکن یہ روایت اس سند سے اس صحیح حدیث حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والی سے متفق ہوجاتی ہے اور دوسری احادیث جن میں عم جہر بسملہ کی تصریح ہے ان سے بھی متفق ہوجاتی ہے۔ لہذا یہی راجح ہونی چاہئے اگر آپ ابن جریج کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو پھر بتائیے پہلی روایت کے قبول کرنے پر اصرار کیوں؟ اس میں بھی تو ابن جریج کی تدلیس ہے اور اس پر طرہ یہ کہ وہ دوسری احادیث صحیح کے بھی قطعی طور پر مخالف ہے۔

بہر کیف یہ روایت سندا ضعیف ہے لہذا اس کو معرض استدلال میں پیش کرنے اور اس کو مذکورہ صحیح حدیث کے معارض بنانے کی کوئی اہل علم بالحدیث ہر گز جرات نہیں کرسکتا الا یہ کہ تجاہل عارفانہ کرے یا بے جا ضد پر مصر ہو۔ ان دلائل واضحہ اور صیحہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ نماز میں اللہ کے رسول مقبول ﷺ کی سنت مستمرہ اور خلفاء راشدین مہدیین ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی سنت مستمرہ یہی تھی کہ وہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم جہرا نہیں پڑھا کرتے تھے۔

یہ دلائل صرف ایک صحابی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ ان کے علاوہ عبداللہ بن مغفل، جبیر بن مطعم، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہیں اور سب کی سب مرفوع اور صحیح ہیں لہذا ان احادیث صحیحہ سے اعراض کرکے آنحضرت ﷺ کی سنت صحیحہ اور مستمرہ کو ترک کرکے علی الدوام بسملہ جہر سے پڑھنا اہل حدیث جماعت کو قطعا زیب نہیں دیتا۔

لیکن یہ بحث نامکمل رہے گی جب تک کہ قائلین بجہر البسملة کے دلائل کا جائزہ نہ لیا جائے۔ اس لیے اب ان کے دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کا انصاف و تحقیق سے جائزہ پیش کیا جاتا ہے اجمالا یہ گزارش ہے کہ مخالفین جو دلائل احادیث سے پیش کرتے ہیں ان میں سے جو مسئلہ زیر بحث پر صریح دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث بھی سندا صحیح نہیں ہے بلکہ موضوع و منکر اور کچھ شدید ضعیف اور جو ایک یا دو صحیح السند ہیں وہ مسئلہ زیر بحث پر نہ نص ہیں نہ صریح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی فتاوی: جلد ۲۲' صفحہ ٤١٦ میں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ الدرایة فی تخریج احادیث الہدایة میں فرماتے ہیں کہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ جب مصر میں تشریف لائے تو انہیں الجہر بالبسملہ کی روایات جمع کرنے کی گزارش کی گئی۔

توامام موصوف نے یہ روایات جمع کردیں تب ان سے کہا گیاکہ کیا اس مجموعہ میں کوئی صحیح چیز بھی ہے ؟ توامام والامقام نے جواب میں فرمایا :

((اما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلاواما عن الصحابۃ فمنہ صحیح ومنہ ضعیف))

''یعنی آنحضرت ﷺ سے اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ۔ البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے بعض آثار صحیحہ ہیں اور بعض ضعیف آپ نے دیکھا کہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ جیسا چوٹی کا محدث جن کے علم حدیث کا اندازہ لگانا ہوتوان کی کتاب ''العل'' مطالعہ فرمائیں وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے جہرا بالبسملۃ کی کوئی حدیث صحیح نہیں ۔ اب ایسے امام کی شہادت کوآپ مسترد فرمادیں توآپ کی مرضی ۔

اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ بہت سی ضعاف ومنکرات وموضوعہ روایات کا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الدرایہ میں اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التعلیق المغنی علی السنن للدار قطنی ''میں اچھی طرح پوسٹ مارٹم کیا ہے اوران کے ضعف نکارت ووضع کی توضیح فرمادی ہے ۔

لہذاان کا ذکر بے فائدہ تطویل کا باعث ہوگا اس لیے ان کے ذکر سے اعراض کرتا ہوں تھوڑی سی منکر روایتیں ان سے بھی رہ گئیں ہیں جو میں نے ''تحصیل المعلاۃ ''میں ذکر کی ہیں اوران کی اسنادی حیثیت کو بحمداللہ واضح کردیا ہے اس جگہ میں صرف وہ روایتیں لکھوں گا جن سے عام طور پر ہمارے علماء فضلاء عصریہ استدلال کرتے ہیں ۔

(١) :......امام نسائی ، ابن خزیمہ الدار قطنی وغیر ہم نے نعیم المجمر کی طریق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ :

((قال (اي نعیم المجمر) صلیت وراء ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فقرا بِسۡمِ اللَّهِ الرَّحۡمَٰنِ الرَّحِيمِ ثم قرابام القرآن حتی بلغ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ فقال آمین !فقال الناس آمین ویقول کلما سجداللہ اکبر فاذاقام من الجلوس فی الاثنتین قال اللہ اکبر واذاسلم قال والذی نفسی بیدہ اِنی لاشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم))

اس حدیث کی سند بلاشبہ صحیح ہے لیکن اس کے سیاق میں اتنے احتمالات ہیں کہ اس کو زیر بحث مسئلہ پر ہرگز ہرگز نص نہیں لیکن ان تفصیلات کی جگہ تحصیل المعلاۃ ہے نہ کہ یہ مختصر کتابچہ پھر روایت میں ہے کہ ''ثم قرابام القرآن '' اور یہ وضاحتا بتا رہا ہے کہ راوی نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو فاتحہ کی آیت قرار نہیں دیا ورنہ اس طرح فرماتے کہ : ((ثم قرابام القرآن فاستفتح بِسۡمِ اللَّهِ الرَّحۡمَٰنِ الرَّحِيمِ))

غور فرمائیے اوریہ بات آپ کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ آپ بسملہ کو ام القرآن کی جزیا آیت ہی قرار دے رہے ہیں ۔ پھر یہ روایت موقوف ہے مرفوع نہیں آپ سے مرفوع محض اس لیے بنا رہے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ :

((ان لاشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم))

لیکن اولا تو یہ الفاظ ضروری نہیں کہ نماز کے ہر جز کے متعلق فرمایا ہو بلکہ اکثر کے متعلق اوراگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس سے ہر جز میں مشابہت مراد ہے تب بھی اسے اس روایت کا رفع بطور اشارہ کنایہ اورایماء کے باب سے ہے ۔ اور ہم نے جو روایات ذکر کی ہیں وہ سب کی سب صریح طور پر مرفوع بھی ہیں اور عدم جہر پر نص صریح ہیں اور یہ شرعا ، عرفا ، اصولا بالکل غلط ہے کہ ایک بات جو اشارۃ وکنایۃ معلوم ہو اس کو اس بات پر مقدم کیا جائے جو نصا وصراحتا صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوچکی ہے پھر یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ :

((انی لاشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم))

سے مراد نماز میں انتقالات کی تکبیریں ہوں کیوں کہ اسی عہد میں بعض ائمہ نے نماز میں رفع وخفض میں تکبیرات کہنی چھوڑدی تھیں ۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ مطرف بن عبداللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی توحضرت علی رضی اللہ عنہ سجدہ میں جاتے تب بھی

تکبیر کہتے اوراس سے سر اٹھاتے تو بھی تکبیر کہتے اورجب دو رکعتوں سے اٹھتے تب بھی تکبیر کہتے جب نماز پوری کی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اس نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) مجھے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نماز یاد دلادی۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں ہر خفض ورفع میں تکبیرات کہتے تھے۔

وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملا اوراس کے متعلق تعجب سے دریافت کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اولیس تلک صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاأم لک))

اگر اس عہد کے لوگوں نے ان انتقالات میں تکبیریں کبھی چھوڑ دی ہوتیں تو عکرمہ تعجب سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کیوں دریافت کرتے۔ جو چیز عام ہوتی ہے اس کے متعلق پوچھنا تو کجا اس پر تعجب بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی بات کی طرف ((انی لاشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)) میں اشارہ فرمایا ہو اوراس احتمال کی یہ روایت بھی تقویت دیتی ہے جو امام عبدالرزاق اپنے مصنف میں لائے ہیں:

((قال عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنا ابن شہاب عن ابی بکر بن عبدالرحمن ابن الحارث بن ہشام انہ سمع اباہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاقام الی الصلوۃ یکبر حین یقوم ویکبر حین یرکع ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین فرفع صلبہ من الرکعۃ ثم یقول وہوقائم ربنالک الحمد ثم یکبر حین یہوي ساجدا ثم یکبر حین یرفع راسہ ثم یفعل ذلک فی الصلوۃ کلہا حتی یقضیہا ویکبر حین یقوم من المثنی بعد الجلوس ثم یقول ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ انی لاشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم))

اوراس روایت کی اسناد صحیح ہے لہذا اس احتمال قوی کی موجودگی میں (خصوصا جب خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث اس کی مؤید بھی ہو) تو بلاوجہ اس پر اصرار کرنا کہ ان کے ان الفاظ ((إنی لاشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)) سے مراد مشابہت من کل الوجوہ ہے۔ محض بے جا ضد و مسلکی حمیت نہیں تو اور کیا ہے۔

بہر صورت ان احتمالات کے قطع نظر یہ روایت اشارۃ وایماء مرفوع ہے اوراس لیے بسملہ کا جہر بھی اشارہ وکنایہ یا ایماء پر مبنی ہے۔ لہذا یہ کتنا ظلم عظیم ہے کہ ان سب احادیث مبارکہ جو سب کی سب صحیح بھی ہیں۔ حقیقتا مرفوع بھی اور عدم جہر بسملہ پر نص صریح ہیں ان پر ایسی روایات کو مقدم کیا جائے جو نہ تو صراحتا مرفوع ہے۔ اور نہ ہی مسئلہ زیر بحث پر صراحتا دلالت کرتی ہے یہ تو کسی مکتب فکر وکسی مسلک کا اصول نہیں ہے کہ نص صریح کو چھوڑ کر ایک محتمل واشارہ یا ایماء سے مسئلہ بتانے والی روایت کو مقدم کیا ئے۔ اگر اس قسم کی جرات مقلدین حضرات کرتے ہیں تو اہل حدیث حضرات ان پر تنقیدات کی بارش کردیتے ہیں۔

لیکن اگر خود اپنے مسلک کا پاس و لحاظ ہو تو ان سب مسلمہ اصول کو بالائے طاق رکھ کر وہی کچھ کیا جارہا ہے جس پر انہیں اغیار پر اعتراض ہے۔

((فیا للعجب خودرا فضیحت دیگران را نصیحت فانا للہ وانا الیہ راجعون))

(۲) :...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اثر بھی پیش کیا جاتا ہے جس میں ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم جہرا پڑھی اس اثر کی سند بھی صحیح ہے۔ لیکن اس کے سیاق میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو استمرار پر دلالت کرتا ہو بلکہ یہ ایک واقعتا عین ہے جو کبھی ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیم کے لیے جہرا بسملہ پڑھی۔ جیسا کہ صحیح سند سے سنن دار قطنی وغیرہ میں حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما ''سبحانک اللہم وبحمدک الخ (دعاء استفتاح) پڑھی تھی اور روایت کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں۔ ''یسمعنا ذالک ویعلمنا '' السنن للدار قطنی مع التعلیق المغنی طبع مدینہ منورہ: ج ۱ ص ۳۰۱.

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دعائے استفتاح ہمیں سناتے تھے اوراس سے مقصد ہمیں تعلیم دینا تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ حضرات دعائے استفتاح کو جہرا پڑھنا اپنا مستمر معمول نہیں بناتے؟ اسی طرح ایک صحیح حدیث حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا صفحات میں گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ قراۃ سے قبل ((اللہم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم)) الخ جہرا پڑھا۔

حالانکہ استعاذہ قرۃ سے قبل جہرا پڑھنا کسی کا مسلک نہیں، لیکن آپ اہلحدیث حضرات سے بجاطور پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے جب آنحضرت ﷺ نے استعاذہ جہرا پڑھا ہے تو آپ اتباع سنت کی مدعیان حضرات کیوں ہمیشہ استعاذہ جہرا نہیں پڑھتے؟ یہ عجیب تماشہ ہے کہ آپ خود تو غیر صریح روایت سے بھی جہرا بسملہ وہ بھی علی الدوام ثابت فرمارہے ہیں اور اسی پر عمل پیرا ہیں۔ حالانکہ اس میں اصل مسئلہ کی صراحت تک نہیں چہ جائیکہ اس سے دوام ثابت کیا جائے۔ ازراہ عنایت آں محترم بھی مستفید فرمائیں کہ اس روایت سے عربیت کے کس قانون سے آپ دوام ثابت فرمارہے ہیں؟ لیکن حدیث میں صراحتا موجود ہے کہ آپ ﷺ قرات سے قبل استعاذہ پڑھا اور بسملہ کے متعلق احادیث صحیحہ صریحہ میں استمرار کے صیغوں سے ثابت ہے ہ آنحضرت ﷺ، ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم بسملہ جہرا نہیں پڑھا کرتے تھے مگر آپ حضرات ان صحیحہ صریحہ اور منصوصہ احادیث کو ایسا نظرانداز کئے بیٹھے ہیں کہ گویا احادیث صحیحہ کا وجود ہی نہیں۔

اس طرز عمل کا نام آپ ہی تجویز فرمائیں۔ ہم اگر کہیں گے تو شکایت ہوگی۔ بہر صورت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اثر صحیح السند ہونے کے باوصف ایک واقعہ عین ہے جو تعلیم کے لیے پیش آیا تھا نہ کہ ان کی یہ سنت مستمرہ تھی ان کی اور دو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت مستمرہ تو وہ تھی جو احادیث صحیحہ میں بیان ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم!

(۳) :...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ آئے اور نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھی اس پر مہاجرین وانصار ہر طرف سے اس پر معترض ہوئے، لہذا بعد میں جب نماز پڑھائی تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہرا پڑھا۔ یہ روایت سنن دارقطنی، سنن کبری، بیہقی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الام وغیرہ میں مروی ہے اور میں نے اس سے بے تحاشا استدلال کرتے ہوئے اہلحدیث کو بھی اپنے کانوں سے سنا ہے۔ اور انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ آج کل کے علماء اہلحدیث حدیث کے علوم سے اس قدر بے پرواہ ہوگئے ہیں کہ وہ اتنی زحمت اٹھانے پر بھی تیار نہیں کہ کسی روایت کے متعلق اس سے دلیل لینے سے قبل اس کی سندا و متنا روایۃ ودرایۃ تحقیق تو کرلیں یہ روایت صحیح بھی ہے یا نہیں اور دلیل لینے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔

جب ہمارے اہلحدیث خطباء کی یہ حالت ہے تو پھر عوام ک تو پوچھنا ہی کیا۔ اس روایت کے متعلق تفصیل تو میری کتاب تحصیل المعلاۃ میں ہے اس جگہ صرف اتنا عرض کردینا کافی سمجھتا ہوں کہ یہ روایت سندا بھی ضعیف ہے تو متنا بھی مضطرب اور اضطراب بھی ایسا کہ کوئی محدث اس کے اضطراب کو رفع نہیں کرسکتا سند میں رواۃ ضعیف ہیں اور متن پر کافی اعتراضات وخدشات وارد ہیں شائقین تفصیل کو تحصیل المعلاۃ کا مطالعہ کرنا چاہئے تعجب تو یہ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھنے پر تو مہاجرین وانصار کے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوگئی، لیکن یہ مہاجرین وانصار کہاں گئے تھے جب خلفاء ثلاثہ راشدین کو رات ودن میں کم ازکم تین مرتبہ نماز میں بسملہ کے عدم جہر کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے لیکن ان پر نکیر نہ کی اور نہ ان کو اس نقصان پر ٹوکا کیا یہ سب مہاجرین وانصار ان سے ڈرتے تھے، اس لیے کلمہ حق کہہ نہ سکے؟ حالانکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو تو ایک عورت بھی حق کا کلمہ کہہ دیتی تھی۔ یہ سب باتیں ادل دلیل نہیں اس بات پر یہ واقعہ منکرہ وموضوعہ ہے۔ یہ تھے وہ مشہور دلائل جو آج کل کے اہلحدیث پیش کرتے رہتے ہیں اس لیے اس جگہ صرف ان کے ذکر پر اکتفا کی ہے ورنہ روایات اور بھی ہیں جو سب کی سب اپنی کتاب تحصیل المعلاۃ میں ذکر کی ہیں اور سبحانہ وتعالی کے فضل وتوفیق سے ان پر بالاستیفاء کلام کیا ہے، ایک منصف مزاج کے لیے ان شاء اللہ اس کا مطالعہ شرح صدر کا باعث ہوگا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 253

محدث فتویٰ